Fikr-o-Nasar (Islamabad) 26:1 (1988)
© rasailojaraid.com

عربی و اسلامی علوم میں اسناد کی اهمیت

ڈاکٹر فواد سیزگین
ترجمه : ڈاکٹر خورشید رضوی

تاریخ علوم پر ڈاکٹر فواد سیزگین کے دو عربی خطبات کا ترجمه اس سے قبل یکے بعد دیگرے ,,فکرونظر،، کے شماره ۲،۱ جلد ۲۴ میں شائع هو چکا ہے۔ اب تیسرے خطبے کا ترجمه پیش خدمت ہے۔ یه خطبه اس اعتبار سے خصوصی اهمیت کا حامل ہے که اس کا موضوع علم حدیث ہے جس میں ڈاکٹر فواد سیزگین کے نتائج تحقیق عالمگیر شهرت رکھتے هیں ۔' (اداره)

موضوع پر براه راست گفتگو کے آغاز سے پہلے میں اجازت چاهوں گا که اس موضوع سے اپنے رابطے کا پس منظر بیان کر دوں۔ ۱۹۴۷ء اور ۱۹۵۰ء کے درمیان، میں ابو عبیدة معمر بن المثنی کی کتاب ,,مجاز القرآن،، کے مطالعه و تحقیق میں مصروف تھا که مجھے ابن حجر العسقلانی کے اس قول کا علم هوا که بخاری (الله ان سے راضی هو) ,,الجامع الصحیح،، میں ابو عبیده سے روایات نقل کرتے هیں اور اس کی طرف ,,قال معمر،، یا ,,قال ابو عبیدة ،، کے الفاظ سے اشاره کرتے هیں ۔ پھر جب میں نے خود الجامع الصحیح کا مطالعه کیا تو دیکھا که بخاری اس کے مختلف ابواب میں ,,مجاز القرآن،، کی عبارتیں نقل کرتے هیں ۔ مثلاً ,,باب التفسیر،، میں کتاب ,,مجاز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

القرآن،، کا بہت سا حصہ موجود ہے ۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا بخاری اس باب میں ابو عبیدہ کی کتاب کا اختصار پیش کر رہے ھیں۔

اسی دن سے یہ سوال میرے ذہن پر چھایا رہا کہ وہ کون سا محرک تھا جس نے بخاری کو ایک عالم لغت کی کتاب سے خالص لغوی مسائل اپنی جامع میں نقل کرنے پر آمادہ کیا حالانکہ اس کی غرض تالیف یہ تھی کہ صحیح احادیث نبویہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک راویوں کی مسلسل سند کے ساتھ جمع کیا جائے ۔ یہاں میرے ذہن میں یہ سوال بھی پیدا ہوا کہ آیا بخاری نے دیگر تحریری مصادر سے بھی استفادہ کیا ہے یا نہیں ؟ یعنی میرا خیال یہ تھا کہ بخاری کی جمع کردہ احادیث کی روایت صرف زبانی رہی ہے۔

جن لوگوں سے جواب پانے کی توقع تھی ان سے پوچھتا رہا ۔ ۱۹۵۱ء میں استنبول کی کانفرنس میں جن مستشرقین سے ملاقات کا موقع ملا ان سے پوچھا ۔ ۱۹۵۲ء میں قاھرہ کا سفر اختیار کیا کہ شاید علمائے ازھر میری تشنگی کو دور کر سکیں ۔ لیکن سوال کا جواب نہ مل سکا ۔ تب میں نے طے کر لیا کہ خواہ کتنا ھی وقت کیوں نہ صرف ھو میں خود اس موضوع کا خصوصی مطالعہ کروں گا ۔ یہ مطالعہ ۱۹۵۴ء میں ختم ھوا ۔ اس دوران اکثر کسی شافی حل کی طرف سے مایوسی کی کیفیت بھی پیدا ھوتی رہی ۔

امید ہے مختصراً جو کچھ میں آپ کے سامنے بیان کروں گا اس سے اس مشقت کا اندازہ ھو جائے گا جو مجھے اس مقصد کے حصول کے لئے جھیلنی پڑی ۔ حالانکہ حقیقت میں یہ بالکل سامنے کی بات تھی ۔ ساری دشواری اس لئے پیش آئی کہ محدثین کے ماحول سے زمانی بعد کے سبب میں ایک الجھے ہوئے راستے پر چلتا رہا ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تفصیل یہ کہ میں اس زمانے میں اس مسئلے کا مطالعہ مستشرقین کی پیروی کے انداز میں کرتا تھا ۔ کیونکہ گزشتہ دو صدیوں کے دوران بلاشبہ اسلامی علوم کے میدان میں زمام اقتدار انھی کے ھاتھوں میں رھی ہے ۔ سب کو معلوم ہے کہ مستشرق گولڈ زیہر (I. GOLDZIHER) بعض اہم نتائج تک پہنچا جیسا کہ علم حدیث اور اھمیت اسناد کا مطالعہ کرنے والے تسلیم کرتے ھیں ۔ اس نے اس میدان میں مختلف مقالے تحریر کئے اور ایک ضخیم کتاب ,,دراسات اسلامیہ،،

MUHAMMEDANISCHE STUDIEN (1889 — 1890) .

کے عنوان سے ترتیب دی ۔ یہ کتاب انیسویں صدی کے اواخر میں سامنے آئی ۔ حقیقت یہ ہے کہ گولڈ زیہر نے اپنے جرمن پیشرو سپرنگر کی پیروی کی ہے اور اس کے نتائج پر ایک گمراہ کن عمارت کھڑی کر دی ہے جس کی ظاہری چمک دمک نگاھوں کو خیرہ کرتی ہے ۔

گولڈ زیہر نے اپنی بحث کا آغاز تو یہ کہہ کر کیا ہے کہ سپرنگر نے اس باطل نظریے پر خط تنسیخ کھینچ دیا ہے کہ کتب حدیث کا انحصار زبانی ذرائع پر تھا ۔ تاھم گولڈ زیہر کے خیال میں دینی احتیاط پسندی نیز اسلامی فرقوں کی پابندی مسلک کے سبب بعد کے زمانے میں تدوین حدیث کو ناپسندیدہ سمجھا جانے لگا [گولڈ زیہر کے] اس قول سے وھی باطل نظریہ دوبارہ نمودار ھو گیا ۔

سپرنگر نے مستند مصادر سے جو معلومات فراھم کی تھیں ان کی بنیاد پر تو گولڈ زیہر نے یہ رائے قائم کی کہ صحیفوں اور اجزاء میں احادیث کو قلم بند کرنے کا کام عملاً اسلام کے دور اول میں انجام پا گیا تھا ۔ تاھم ذاتی مطالعے کے نتیجے میں اس کے ھاں اس موضوع پر جس خیال نے شکل پکڑی وہ کچھ یوں تھا :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

,,یہ تصور کرنے سے کوئی شے مانع نہیں کہ صحابہ و تابعین نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اقوال اور آپ سے مروی روایات کی حفاظت کرنی چاہی ۔ لہذا ضائع ہو جانے کے خوف سے انہیں قلم بند کیا ... بھلا یہ ممکن ہو سکتا تھا کہ اقوال رسول کو ایک ایسے معاشرے میں، محض سینہ بسینہ حفظ رہنے کے اتفاقات کے حوالے کر دیا جائے، جس میں عام لوگوں کے اقوال بھی ضبط تحریر میں لانے کا دستور تھا ؟ ،، ۔

گولڈ زیہر مزید کہتا ہے : ,,بہرحال اسلام کے دور اول تک کے حوالے سے یہ رائے درست ہے،، ... تاہم اس کے بعد جو مفروضہ سامنے آتا ہے وہ کچھ زیادہ صحیح نہیں، وہ یہ ہے کہ بعد کے زمانے میں مسلمانوں کے ہاں حدیث کو ضبط تحریر میں لا کر محفوظ کرنے کے بارے میں ایک طرح کا تامّل پیدا ہو گیا ۔

گولڈ زیہر نے جو رائے قائم کی اس کی بناء پر اس نے بعد میں لکھے جانے والے مجموعہ ھائے حدیث سے متعلق روایات کو رد کر دیا اور اسی تصور پر اکتفا کر لیا کہ حدیث کی جمع و تدوین کی کوششوں کا آغاز دوسری صدی ھجری کے اواخر اور تیسری صدی ھجری کے اوائل میں ہوا ۔ اس اعتبار سے گولڈ زیہر کی رائے کے مطابق صحیح بخاری اور صحیح مسلم جیسی کتب حدیث کی ترتیب بھی ناقدانہ علمی طریق کار یا ایسے دقیق اور باقاعدہ طریق تصنیف کے مطابق نہیں ہوئی جس کی بنیاد، مرتبین نے اسلاف کی ان تحریروں کے انتخاب پر رکھی ہو، جو ان تک پہنچیں ۔ گولڈ زیہر کا خیال ہے کہ اس صورت حال نے ان لوگوں کو اپنے طویل سفروں میں ، زبانی احادیث جمع کرنے اور انہیں روایت کے مقابل روایت کی صورت میں رکھتے چلے جانے پر مجبور کر دیا ... اور یہی حال کتب فقہ کا بھی ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس ساری بحث سے گولڈ زیہر کا مقصود یہ سوال پیش کرنا تھا کہ محض زبانی روایات کی بناء پر مدوّن کئے جانے والے ان مجموعوں کی تاریخی قدر و قیمت کیا ہے نیز ان کی صحت کو کہاں تک تسلیم کیا جا سکتا ہے ؟ اس کے نزدیک ان روایات کی کوئی تاریخی قدر و قیمت نہیں اور ان کی حیثیت ان ہنگامی و عصری رجحانات کی باز گشت سے زیادہ کچھ نہیں، جن میں ان کا مرتب کرنے والا محصور تھا ۔

گولڈ زیہر نے مزید یہ بھی کہا کہ ہم ہالینڈ کے عالم ڈوزی (R. DOZY) کی اس رجائیت میں شریک نہیں ہو سکتے جس کی رو سے اس نے اس امر پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ طویل زبانی روایت سے گذر کر ہم تک پہنچنے کے باوجود بہت سی احادیث نبویہ کی صحت پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے ۔

,,زبانی روایت،، یا ,,زبانی سلسلے کا طویل سفر،، کی اس اصطلاح کو بہت سے متخصصین صرف حدیث نبوی کی روایت ھی کے سلسلے میں نہیں بلکہ تاریخ طبری اور کتاب الاغانی جیسی کتب کے مطالعے کے دوران تاریخی و ادبی روایات کے ضمن میں بھی استعمال کرتے ھیں ۔

وہ حقائق جن تک میں ذاتی طور پر پہنچ سکا ھوں یہ ھیں کہ سرمایۂ حدیث مندرجہ ذیل مراحل سے گزرا ہے :

۱ ۔ <u>کتابت حدیث</u> :

اس مرحلے میں احادیث کو چھوٹے چھوٹے کُرّاسوں میں جمع کیا گیا جو ,,صحیفہ،، یا ,,جزء،، کہلائے ۔ یہ مرحلہ صحابہ اور اوائل تابعین رضی اللہ عنھم کے دور تک مکمل ھو گیا ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲ ۔ <u>تدوین حدیث</u> :

اس مرحلے میں متفرق مجموعوں کو یکجا کیا گیا جس کی تکمیل پہلی صدی ھجری کے ربع اخیر اور دوسری صدی ھجری کے ربع اول کے دوران ھو گئی ۔

۳ ۔ <u>تبویب حدیث</u> :

اس مرحلے میں احادیث کو ان کے مضامین کے اعتبار سے ابواب و فصول میں مرتب کیا گیا ۔ اس ترتیب کا آغاز دوسری صدی ھجری کے ربع ثانی میں ھوا اور یہ سلسلہ جاری رھا تاآنکہ دوسری صدی ھجری کے اواخر میں احادیث کو صحابہ رضی اللہ عنھم کے ناموں کے اعتبار سے ترتیب دینے کا ایک اور طریقہ سامنے آیا ۔ ایسے مجموعوں میں سے ھر ایک کو ,,مسند،، کا نام دیا جاتا ہے ۔

پھر تیسری صدی ھجری میں ابواب کے اعتبار سے مرتب کی جانے والی کتابوں کی چھان پھٹک کی گئی اور ان کی تلخیص کر کے صحاح ستہ اور سنن دارمی جیسے مجموعے تیار کئے گئے ۔

ترتیب حدیث نبوی کے ارتقاء کے سلسلے میں میرے ان تصورات کی اساس مندرجہ ذیل امور پر ھے :

۱ ۔ اس میدان میں کام کے آغاز سے متعلق ھم تک پہنچنے والی معلومات ۔

۲ ۔ اُس دور کی کتابیں جو ھم تک پہنچیں ۔

۳ ۔ مواد کی چھان پھٹک ۔

یہ مآخذ وضاحت کرتے ھیں کہ اُس اولین دور میں کتب حدیث مرتب کرنے والے ـــــ ھر چند کہ بظاھر ان کی مساعی [کے نتائج زبانی روایات ھی کے ذریعے منتقل ھوتے رھے ـــــ دراصل اپنا مواد تحریری دستاویزوں کی بنیاد پر ایک دوسرے سے اخذ کرتے تھے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہت سے مستشرقین کو، جن میں گولڈ زیہر بھی شامل ہے اولین مرحلے یعنی مرحلۂ کتابت حدیث سے متعلق معلومات تک کسی قدر رسائی حاصل تھی اور اسکی صحت میں انھیں کوئی شک بھی نہ تھا۔ گولڈ زیہر نے بعد کے مراحل میں دل چسپی لی اور تدوین اور تبویب کے آغاز سے متعلق روایات کو غلط تصورات کی بنیاد پر ھدف اعتراض بنایا۔ لیکن معلوم ھوتا ہے کہ اس نے تدوین حدیث اور تبویب حدیث کے فرق کو نہیں سمجھا، جسکے نتیجے میں ان دونوں مرحلوں سے متعلق روایات، واضح طور پر اس کے ذھن میں گڈ مڈ ھو گئیں۔

اختصار کو مدنظر رکھتے ھوئے اور ان دلائل سے صرف نظر کرتے ھوئے جو میں اپنی کتاب ,,تاریخ التراث،، کی پھلی جلد کے اس حصہ میں پیش کر چکا ھوں جو اس موضوع کے لئے مخصوص ہے میں یہاں صرف اس قدر کہنا چاھوں گا کہ تدوین حدیث کا کام اموی عہد کے اواخر میں مکمل ھو گیا تھا اور زھری کا، جن کی وفات ۱۲۵ھ میں ھوئی، تدوین احادیث میں بہت بڑا حصہ ہے۔

ان علماء کے نام جنھوں نے احادیث کو باعتبار ابواب مرتب کرنے میں پہل کی بہت سے مآخذ میں آتے ھیں۔ ان میں، مکہ سے ابن جریج (م ـــــــ ۱۵۰ھ) یمن سے معمر بن راشد (م ۱۵۲ھ) بصرہ سے ھشام بن حسان (م ۱۴۸ھ)، اور سعید بن ابی عروبة (م۱۵۰ھ) اور کوفہ سے سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ) کے نام شامل ھیں۔ اس زمانے کی قدیم ترین کتاب جو ھم تک پہنچی ہے ,,جامع معمر بن راشد،، ہے۔ اسکے بعد قتادہ کی ,,کتاب المناسک،، اور ربیع بن حبیب بصری (م ۱۶۰ھ) کی ,,الجامع،، آتی ہے۔

اب مجھے حدیث پر، یا یوں کہئے کہ علی العموم اسلامی سلسلۂ روایت پر، گفتگو کرنی چاھئے کہ اس کی شکل کیا تھی۔ اور یہ پہلو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرون اولی کے دوران عربی زبان میں تصنیفی تحریک کے مطالعے کے لئے بڑی اھمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ نقطہ آغاز یہی ہے اور اگر ھمیں ان روایات کی تاریخی قدر و قیمت کا سراغ لگانا ھو، جو مختلف میدانوں میں ھم تک پہنچی ھیں تو ابتدا یہیں سے کرنی چاھئے۔ نیز علم الحدیث کے ایک نہایت اھم پہلو سے متعلق مسائل پر بحث کرتے ھوئے اس نقطے پر خصوصی توجه دینی چاھئے۔ علم الحدیث کا وہ اھم پہلو ,,تحمّل العلم،، ہے۔ یعنی علم کے حصول یا اخذ کے مختلف طریقے۔ یه پہلو ایسا ہے جس میں اسلامی تہذیب منفرد ہے اور دیگر تہذیبوں میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اور مطالعۂ حدیث کے سلسلے میں پیدا ھونے والی غلط فہمیوں کا بنیادی سبب یہی ہے۔

علم حدیث کی منہجی کتابوں یعنی کتبِ اصول حدیث میں عمومی اعتبار سے ,,تحمّل العلم،، کو آٹھ اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے

١۔ سماع :

اس سے مراد یه ہے که شاگرد یا سامع ان روایات کو سنے جو شیخ اپنے حافظے سے بیان کرے یا اپنی تحریر سے پڑھ کر سنائے۔ اس صورت کے اظہار کے لئے ,,سمعت،، ,,عن،، یا ,,حدّثنی،، جیسے الفاظ استعمال کئے جاتے ھیں۔

٢۔ قراءت :

اس سے مراد یه ہے که شاگرد خود یا کوئی اور شخص ایک حدیث یا کئی احادیث کسی تحریر سے پڑھے یا شیخ کے سامنے اپنے حافظے سے بیان کرے در آنحالیکه شیخ بغور سن رھا ھو اور جو کچھ بیان کیا جا رھا ھو اس کا موازنه اپنے تحریری نسخے یا اپنے حافظے میں محفوظ روایت سے کرتا جا رھا ھو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسی صورت کے لئے ,,اخبرنی،، یا ,,قرأت علی،، جیسے الفاظ لائے جاتے ھیں ۔

۳ ۔ اجازت :

اسکی دو قسمیں ھیں

ایک یہ کہ شیخ یا راوی کسی دوسرے کو ایک یا ایک سے زیادہ نص کے روایت کرنے کی اجازت یا اذن عطا کرے ۔

دوسرے یہ کہ اس کے حق میں کچھ تحریروں کے روایت کرنے کی، جن کے نام تفصیلاً نہ بتائے گئے ھوں، اجازت یا اذن عطا کرے مثلاً یوں کہے ,,میں نے تجھے اپنی تمام روایتوں کی اجازت دی،، ایسی صورت کے لئے عموماً ,,اخبرنی،، جیسا کوئی لفظ اور کبھی ,,اجازنی،، استعمال ھوتا ہے ۔

۴ ۔ مناولہ :

اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ اپنے شاگرد کو اپنی اصل تحریر یا وہ تحریر جس کا وہ راوی ہے یا اسکا کوئی ایسا نسخہ دے جس کا مقابلہ اصل سے کیا جا چکا ھو اور اس سے کہے: ,,یہ میری تحریر یا میری روایت ہے اور میں نے تجھے اسکے روایت کرنے کی اجازت دی،، ۔ اور یہ نسخہ اسکی ملکیت میں دے دے یا شاگرد پر یہ شرط عائد کر دے کہ وہ نقل کرنے کے بعد اصل نسخہ شیخ کو واپس کر دے ۔ ایسی صورت میں عموماً ,,اخبرنی،، استعمال کیا جاتا ہے اور بعض نادر حالات میں ,,ناول،، کا لفظ بھی لایا جاتا ہے ۔

۵ ۔ کتابت یا مکاتبت :

اس سے مراد یہ ہے کہ شیخ خود اپنی تحریر یا روایات کا ایک نسخہ تیار کرے یا کسی اور سے اسکی نقل تیار کرائے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضروری نہیں کہ ایسے موقع پر شیخ صراحت کے ساتھ اپنے شاگرد سے ,,اخبر تک" کہے - ایسی صورت میں ,,کتب الیّ" یا ,,من کتاب" کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں -

٦ - اسکی صورت یہ ہے کہ شیخ کوئی تحریر دے یا کوئی روایت جس میں اس امر کا اشارہ موجود ہو کہ وہ اس سے مروی ہے - لیکن دوسروں کے لئے اسکی روایت کا حق معلّق ہو - اس نوع کا آغاز عموماً ,,اخبرنی" یا ,,عن" سے کیا جاتا ہے -

۷ - وصیت :

اس سے مراد یہ ہے کہ شیخ اپنی وفات سے قبل یا [کسی مقام سے] کوچ کرنے سے پہلے اپنی تحریر یا تحریروں کا حق روایت کسی کو منتقل کر دے اور اپنی طرف سے ایک وصیت میں اس امر کی توثیق کر دے - ایسی صورت میں ,,اخبرنی وصیۃ عن" یا ,,وصّانی" کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں -

۸ - وجادہ :

اس سے مراد یہ ہے کہ کسی تحریری دستاویز یا حدیث سے استفادہ کیا جائے قطع نظر اس سے کہ وہ ماخذ معاصر ہے یا قدیم - ایسی صورت میں ,,وجدت" یا ,,قال" یا ,,اُخبرت" یا ,,حُدّثت" کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں -

ہمارے پاس اس امر کے کافی دلائل موجود ہیں کہ ان میں سے بعض صورتیں عہد تابعین میں بھی موجود تھیں - بلکہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم تک بھی ان کا سلسلہ ملتا ہے ... میں یہاں ان دلائل کی تفصیل میں جانے سے گریز کروں گا اور صرف اپنی کتاب ,,تاریخ التراث" کے حوالے پر اکتفا کروں گا جہاں میں نے ان کا کچھ ذکر کیا ہے -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے ساتھ ہی ساتھ محقق سے یہ امر مخفی نہیں رہتا کہ روایت کے مختلف طریقے زمانہ صدر اسلام میں ابھی پوری طرح طے نہیں ہو پائے تھے - کیوں کہ اسی زمانے میں ہم ,,مکاتبت،، کا ذکر بھی پڑھتے ہیں حالانکہ یہ صورت واضح طور پر آئندہ دو صدیوں ہی میں سامنے آئی - [,,مکاتبت،، کو ابتدا میں] ,,کتاب،، کے سادہ نام سے یاد کیا گیا ہے جس سے غلط ترجموں کی گنجائش پیدا ہوئی ــ معلوم ہوتا ہے کہ ,,مکاتبت،، اور ,,وجادہ،، کا باہمی فرق بھی غیر واضح تھا۔ قدیم تابعین نے بالعموم اسے قبول نہیں کیا چنانچہ ابن سعد کا قول ہے :

,,کان سعید بن جبیر یکرہ کتاب الحدیث،،

سعید بن جبیر کتاب حدیث [بمعنی مکاتبت حدیث] کو ناپسند فرماتے تھے،،

مگر معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس طریقے کو عام رواج امام زہری کے زمانے سے پہلے نہیں ملا - جب اموی امراء بڑے پیمانے پر اس طریقے میں مشغول ہو گئے تو امام زہری نے خود کو اسکا جواز تسلیم کر لینے پر مجبور پایا - مثال کے طور پر شعبہ (م ۱۶۰ ھ) نے کہا ہے کہ تابعین میں عامر الشعبی اور عطاء بن ابی رباح کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ,,کتاب،، [یعنی مکاتبت] پر مبنی ہے -

جب ہم کتب حدیث کی اُن تفصیلات کا جائزہ لیتے ہیں جو قدماء کے باہمی اخذِ روایت سے متعلق ہیں اور احادیث کی اسانید میں اُن عبارتوں کو دیکھتے ہیں جن کا مقصد نقل حدیث کا اسلوب بیان کرنا ہوتا ہے تو یہ امر کھل کر سامنے آ جاتا ہے کہ پہلی صدی ہجری کے نصف آخر اور دوسری صدی ہجری کے نصف اول میں اخذ حدیث کا انحصار صرف ,,سماع،، اور ,,قراءت،، پر ہی نہیں تھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلکه ان کے پہلو به پہلو دو اور طریقے یعنی ,,مکاتبت،، اور ,,مناوله،، بھی مستعمل تھے ۔ فوقیت بہر حال اول الذکر دو طریقوں [,,سماع،، اور ,,قراءت،،] ھی کو حاصل تھی ۔

علم حدیث کی کتب خصوصاً طبقات المحدثین کی کتب اکثر ھمیں ان مشکل سفروں کا حال سناتی ھیں جو مسلمانوں نے علم حدیث کی طلب میں اختیار کئے ۔ اسی طرح وہ ان علمی سفروں کا ذکر کرتی ھیں جن کا مقصد ,,سماع یا قراءت،، کے ذریعے بہترین ممکن طریقے پر زیادہ سے زیادہ زبانی یا تحریری احادیث کی روایت کا حق حاصل کرنا تھا ۔ ایسی اطلاعات چونکه افسانوی سا انداز لئے ھوئے ھیں لهذا وہ ایک غلط فہمی کا سبب نہیں ۔ چنانچه ان کی بنا پر یه تصور کر لیا گیا که ان لوگوں پر یه ذمه داری آن پڑی تھی که وہ عالم اسلام کے اطراف و جوانب میں پھیلے ھوئے راویوں کے سینوں میں محفوظ احادیث کو جمع کر کے پہلی بار ان کی تدوین کا کام انجام دیں ۔ حالانکه ھمیں ایسے محدثین کا علم ہے جنھیں سینه بسینه اپنی روایت حدیث کی قدرت پر ناز تھا مگر وہ بھی تحریروں اور مدوّن مآخذ سے مدد لیتے تھے ۔ اس سلسلے میں بھی یہاں میں مثالوں سے صرف نظر کروں گا ۔

تاھم میں ضروری خیال کرتا ھوں که ,,مکاتبت،، کی کچھ وضاحت کرتا چلوں جو ,,تحمل علم،، کی ایک صورت تھی اور جسکے سبب سے اسلامی روایت کے بارے میں خاصی غلط فہمی پیدا ھوئی ۔ بلکه جدید تحقیقات میں ایک غلط تصور کے ظہور کا سب سے بڑا سبب غالباً ,,مکاتبت،، ھی تھی ۔ وہ یوں که مصادر حدیث میں بعض روایات کا آغاز ,,من کتابه،، یا ,,کتب الیّ،، [بمعنی ,,مکاتبت،،] کے الفاظ سے ھوتا ہے جن کی بناء پر یه خیال عام ھو گیا که مولّف نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عملاً صرف انھی صورتوں میں تحریروں کو استعمال کیا ہے۔ اس سے بطور خاص اس خیال کی خامی واضح ھو جاتی ہے کہ تمام وہ روایات جن کا آغاز ان کے سوا دیگر الفاظ سے ھوتا ھو محض زبانی ذرائع پر انحصار رکھتی ھیں۔

چند مثالیں اس موقع پر مناسب ھوں گی ... سنن ابی داؤد میں اس قبیل کی روایات گولڈ زیہر کی توجہ کا مرکز بنیں چنانچہ اس نے کہا ہے کہ خود ابو داؤد نے بھی وقتاً فوقتاً اپنی جامع کتاب کے مآخذ کے طور پر تحریری دستاویزوں سے کام لیا ہے اور اسی لئے اپنی کتاب میں ان احادیث کا ذکر نہیں کیا جن کی رو سے تحریر حدیث مطلقاً مکروہ ہے۔

یوسف شاخت (SCHACHT) نے امام شافعی کی عبارت :

,,من کتاب عمر بن حبیب عن محمد بن اسحاق‘‘

کا مفہوم یہ سمجھا کہ شافعی کی روایات ھمیشہ زبانی ذرائع پر انحصار نہیں کرتیں کیونکہ ایک خاص مثال میں ان کا ایک تحریری ماخذ سے مدد لینا ثابت ہے۔ اصطلاح ,,کتابت‘‘ کے سلسلے میں غلط فہمی کی سب سے خطر ناک مثال وہ ہے جو گولڈ زیہر کے ھاں امام زھری کے اس مشہور قول کے مفہوم کے بارے میں ملتی ہے :

,,وکنا نکرہ کتاب الحدیث حتی اکرھنا علیہ ھولاء الامراء فرأینا ان لا نمنعہ احداً من المسلمین‘‘

ھم ,,کتابت‘‘ حدیث کو ناپسند کرتے تھے تاآنکہ ان امراء نے ھمیں اس پر مجبور کیا سو ھم نے یہ مناسب سمجھا کہ (اب) کسی مسلمان کو اس سے نہ روکیں‘‘

گولڈ زیہر نے اس روایت پر یوں تبصرہ کیا ہے کہ ,,اس اعتبار سے گویا اس خاص مقام پر زھری نے یہ اعتراف کر لیا ہے کہ انھوں — اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طور ـــ بنو امیه کو یه موقع فراهم کیا که وه حکمران خاندان کے مفادات کے لئے مذهبی وسائل فراهم کر لیں»

الغرض اس طرح کی اصطلاحات جو محدثین کے هاں سامنے آئیں اس غلط فهمی کا سبب بنتی رهیں ـ چنانچه کتب حدیث میں همیں بہت سے سلبی احکام ملتے هیں ـ مثال کے طور پر یه روایت که ,,سعید بن جبیر کتابت حدیث کو ناپسند کرتے تھے » یا یه که انهوں نے کہا: ,,کیا تجھے علم نهیں که کتابت ناپسندیده ہے؟»

کتب اصول حدیث میں مصطلحات کی واضح تعریف سے صرف نظر کرتے هوئے [یه بات اپنی جگه واضح ہے که] احکام پر لکھنے والے بہرحال کتابیں تصنیف و تالیف کرتے تھے اور محدّثین میں جو اهل قلم ان سے پہلے هو گزرے تھے ان کی تالیفات بھی ان کی نگاه سے اوجھل نه تھیں ـ صاف ظاهر ہے که اس طرح کی اصطلاحات سے ان کی مراد [سماع و قراءت سے بےنیاز هو کر محض] تحریر و کتابت کے ذریعے روایت کا منتقل کرنا تھا ـ مدوّن کتاب پر [فی نفسه] انهیں اعتراض نه تھا ـ

یهاں همیں سب سے پہلے ان اصطلاحات پر توجه مرکوز کرنی چاهئے جو سلسله هائے اسناد میں وارد هوئی هیں اور درحقیقت مآخذ کا حواله مہیا کرتی هیں اگرچه بظاهر یوں معلوم هوتا ہے که ان سے مراد زبانی روایت ہے ـ ان اصطلاحات کا آغاز پہلی صدی هجری کے نصف ثانی میں هوا ـ اصول حدیث کی کتابوں میں انهیں ,,الفاظ » کا نام دیا جاتا ہے ـ یه اصطلاحات ,,حدّثنا، أخبرنا، سمعت» جیسے لفظوں سے عبارت هوتی هیں ـ باوجود اس کے که یه بہت پرانی هیں یه معلوم هوتا ہے که ان کے [محلّ] استعمال پر اتفاق نهیں پایا جاتا ـ چنانچه بعض محدّثین کی عادت ہے که ,,نقل بالسماع» کے لئے ,,سمعت»

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہتے ھیں ۔ بعض کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر نقل بذریعہ ,,قراءت،، ھو تو ,,أخبرنا،، کے برعکس،، حدّثنا،، کا لفظ استعمال کرتے ھیں ۔ جبکہ دوسری صدی ھجری کے نصف ثانی میں اکثریت کے ھاں دونوں صورتوں مین ,,اخبرنا،، ھی بہتر سمجھا جاتا تھا ۔ یہ بہر حال ان کے لئے لازمی تھا کہ اس بات کی وضاحت کریں کہ سامع تنہا تھا یا حلقہ حدیث میں اوروں کے ساتھ تھا ۔ ایک مرتبہ امام اوزاعی کی خدمت میں ایک شاگرد کی طرف سے جس نے ان سے بہت سی احادیث تحریر کی تھیں یہ سوال اٹھایا گیا ۔ امام اوزاعی کا جواب یہ تھا کہ جو احادیث انھوں نے تنہا اس شاگرد کو پڑھ کر سنائی ھیں ان کے لئے ,,حدّثنی،، استعمال کرے اور جو کچھ اس نے جماعت کے ساتھ سنا ہے اس کا اظہار ,,حدّثنا،، سے کرے ۔ رھیں وہ احادیث جو شاگرد تنہائی میں استاد کے آگے پڑھے سو ان کے لئے ,,اخبرنی،، آنا چاھئے اور اگر جماعت میں سے ایک شاگرد استاد کے سامنے پڑھے تو اسکے لئے ,,اخبرنا،، کہنا چاھئے ۔ شاگرد نے ,,اجازۃً،، جو احادیث حاصل کی ھوں ان کے لئے بھی ,,اخبرنا،، آئے گا جبکہ ,,قراءت،، کے لئے بعض نادر صورتوں میں ,,نبأنا،، یا ,,انبأنا،، اور ,,کتابت،، کے لئے ,,کتب الیّ،، کے الفاظ استعمال کر لئے جاتے ھیں ۔

سلسلہ ھائے اسناد میں حرف جر ,,عن،، بکثرت آتا ہے اور کسی فعل کے بغیر ۔ یہ ایک لفظ اصول حدیث میں دو کام کرتا ہے ۔ ایک طرف اس سے مراد روایت بطریق اجازت ھوتی ہے اور دوسری طرف یہ اسناد کے غیر متصل ھونے کی نشاندھی کرتا ہے ۔ مثلاً یہ عبارت کہ ,,قرأتُ علی فلان عن فلان،، یہ معنی رکھتی ہے کہ میں نے فلاں کے سامنے پڑھا جس نے بطریق اجازت حق روایت حاصل کر رکھا تھا ۔ رھی دوسری صورت سو اس کی مثال یہ اسناد ہے :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قال : ,,حدثنا وکیع عن علی بن المبارک عن یحیی عن معاذ بن جبل » یہاں دوسرا ,,عن» دو ایسے محدثین کو مربوط کر رھا ہے جن میں سے ایک کی وفات دوسرے سے ڈیڑھ سو برس بعد ہوئی ۔ اصول حدیث میں ایسی حدیث کو ,,مقطوع» یا ,,مرسل» کہتے ھیں یعنی غیر متصل اسناد والی ۔ تاریخ تالیف کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اس سے مراد ایسی تحریر کا استعمال ھوا جو، بقول محدثین، نامکمّل اسناد والی ہے ۔

کئی ایک اصطلاحات ھیں جو ,,وجادہ» کا مفہوم دیتی ھیں یعنی کسی معتبر تحریر سے اقتباس جس میں مولّف کے اپنے ھاتھ کے یا کسی مشہور روایت کے نسخے کو استعمال کیا گیا ھو ۔ تاریخ تالیف کے اعتبار سے اس کی بڑی اھمیت ہے ۔

اس ضمن میں ,,قال، ذکر، وجدت» جیسی اصطلاحات متد اول ھیں اور اسی طرح بعض اور تعبیرات مثلاً ,,حُدِّثت، اُخبرت، رُوی» بھی آتی ھیں، طبری نے ,,حُدِّثت» کی اصطلاح ان مآخذ کے لئے استعمال کی ہے جن سے اس نے بطریق وجادہ، استفادہ کیا ۔ اور اس امر کا غالب احتمال ہے کہ طبری نے اس طور پر کئی سو مآخذ کا مواد اپنی تفسیر اور تاریخ میں شامل کیا ہے ۔

ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ بخاری نے ۱۳۴۱ احادیث کے علاوہ لغوی تاریخی اور ایسی ھی اور نوعیتوں کی بہت سی عبارات کا آغاز ,,قال، ذکر، روی» جیسے الفاظ سے کیا ۔ تاھم بخاری کا طریقۂ اخذ، طبری اور دیگر محدثین و مورخین کے طریقۂ اخذ سے یکسر مختلف ہے ۔ چنانچہ بخاری نے ایسے مواقع پر تمام راویوں کے نام حذف کر دیئے ھیں مثلاً وہ سیدھے سادے انداز میں کہہ دیتے ھیں ,,قال ابن عباس» اور اسکے بعد جو قول ہے وہ لے آتے ھیں اس عمل کو اصول

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حدیث میں ,,تعلیق،، کا نام دیا جاتا ہے ۔ طبری کا طریقہ یہ ہے کہ ,,حُدّثت،، کا لفظ استعمال کرتے ہیں مگر [راویوں کے] نام حذف نہیں کرتے ۔

یہاں تک میری کوشش یہ رہی ہے کہ اصول و اصطلاحات حدیث کے مختلف موضوعات کے ذریعے یہ ثابت کر سکوں کہ اسانید کسی بھی حال میں محض زبانی روایات کا حوالہ نہیں دیتیں بلکہ مؤلفین اور ثقہ راویوں کے نام لے کر ان کی نشاندھی کرتی ہیں ۔ اور آج ھمارے پاس اس بات کے بڑے امکانات موجود ہیں کہ اُن ابتدائی مآخذ کی روشنی میں جو ہم تک پہنچے ہیں اس رائے کا ثبوت مہیا کر سکیں۔

مثلاً ھمارے لئے یہ ثابت کرنا ممکن ہے کہ طبری جب اپنی تاریخ میں مندرجہ ذیل اسناد لاتے ہیں :

,,حدّثنا ابن حمید قال: حدّثنا سلامة قال : حدّ ثنا ابن اسحاق،،

,,ابن حمید نے ہم سے بیان کیا کہا کہ سلامہ نے ہم سے بیان کیا کہا کہ ابن اسحاق نے ہم سے بیان کیا،، تو اس صورت میں وہ ھمیشہ محمد بن اسحاق کی کتاب المغازی سے حرف بحرف اقتباس لا رہے ہوتے ہیں ۔ اسی طرح جب وہ اپنی تفسیر قرآن میں یوں کہتے ہیں ۔

,,حدّثنا محمد بن عمرو الباهلی قال حدّثنا ابو عاصم النبیل قال: حدّثنا عیسی بن میمون عن ابن ابی نجیح عن مجاهد،،

,,محمد بن عمرو باھلی نے ہم سے بیان کیا کہا کہ ابو عاصم النبیل نے ہم سے بیان کیا کہا کہ عیسی بن میمون نے ہم سے بیان کیا ابن ابی نجیح سے روایت کرتے ہوئے اور انھوں نے مجاھد سے روایت کی ۔ ،،

تو اس صورت میں وہ قرآن کریم کی اس تفسیر سے اقتباس لا رہے ہوتے ہیں جو مجاھد کی تالیف ہے اور ہم تک پہنچی ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مختلف میدانوں میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ھیں ۔

چنانچه اگر آج ھم جامع کتب حدیث میں آمدہ اسانید کے ذریعے ان مولفین کا سراغ پا سکتے ھیں جن کی تحریریں ھم تک پہنچی ھیں تو باقی ماندہ معلومات بھی ھمیں اس سلسلے میں مدد دے سکتی ھیں ۔ اور ھم اسناد کے ذریعه ان مآخذ کے مولفین کی تعیین کر سکتے ھیں جن کی تالیفات استعمال میں لائی گئی تھیں ۔ مثال کے طور پر بخاری کی یه روایت لیجیئے :

,,حدّثنا مسلم بن ابرا ھیم ، حدثنا عبداللہ (۱) بن المبارک ،،

,,مسلم بن ابراھیم نے ھم سے بیان کیا که عبداللہ بن المبارک نے ھم سے بیان کیا ،،

یہاں یه وضاحت ملتی ہے که (۲):

,, ھذا الحدیث لیس بخراسان فی کتاب ابن المبارک املاہ علیھم بالبصرة ،،

,, یه حدیث خراسان میں ابن المبارک کی تحریر میں موجود نہیں ۔ یه انھوں نے لوگوں کو بصرہ میں املا کرائی ،، .

مطلب یه ھوا که بخاری نے اپنے شیخ مسلم بن ابراھیم کی کوئی تحریر استعمال کی تھی جس کا انحصار عبداللہ (۱) بن المبارک کی تحریر پر تھا ۔

ایک اور مثال لیجئے ۔ ابراھیم بن ابی طالب امام مسلم سے سوال کرتے ھیں :

,,آپ نے اپنی کتاب صحیح میں سوید سے روایت کو کیونکر درست سمجھا؟ ،، اس پر مسلم فرماتے ھیں ،، اور بھلا کہاں سے میں حفص بن میسرة کا نسخه لا سکتا تھا ؟ ،، امام مسلم کی جامع صحیح میں اس اسناد سے مراد یه ہے که سوید بن سعید (م ۲۴۸ھ) حفص بن میسرہ (م ۱۸۰ھ) کی تحریر کا حواله دیتے ھیں ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن اسانید میں اکثر اوقات کوئی ایسا اشارہ نہیں پایا جاتا جس سے اس تحریر کے مولف کا نام معلوم ہو سکے ، جسے اس ماخذ نے استعمال کیا تھا جو آج ہمارے ہاتھ میں ہے۔ مثلاً ہم بخاری کے ہاں یہ اسناد پاتے ہیں ۔ ,, حدثنا عبداللہ بن محمد قال : حدثنا عبدالرزاق قال : أخبرنا معمر بن همام عن أبی هريرة» ,, عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہا کہ عبدالرزاق نے ہم سے بیان کیا کہ معمر بن ہمام نے ابوھریرہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں خبر دی » اب یہ سارے نام جانے پہچانے ہیں اور یہاں جن لوگوں کا ذکر آ رہا ہے سب کے سب صاحب تالیف ہیں ۔

چونکہ اس ابتدائی زمانے میں قدیم علماء ان مآخذ سے قریب العہد تھے لہذا ان کی شناخت ان کے لئے ممکن تھی اور وہ اسانید میں آنے والے ناموں کے حوالے سے اکثر کتب کا سراغ پا سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ہمیں محض چند سرسری اشارات مہیا کئے ہیں اور وہ بھی بڑی نادر صورتوں میں ۔

بنا بریں، کتابوں میں درج اسناد کے ذریعے مآخذ کا باہمی ربط دریافت کرنے کے لئے ہمیں اپنا راستہ خود تلاش کرنا ہوگا ۔ نیز وہ ٹکڑے جو ہم تک پہنچے ہیں اور زمانہ صدر اسلام کی ان کتابوں کے معلوم ہوتے ہیں جو ناپید ہو چکیں ان کا ثبوت مہیا کرنا ہوگا ۔ اس طرح ہم ان میں سے بعض تالیفات کو مکمل طور پر ازسر نو بھی وجود میں لا سکتے ہیں ۔

اس ضمن میں ہمیں کتابوں کا مطالعہ مندرجہ ذیل طریقے پر کرنا چاھئے: جس کتاب کے براہ راست مآخذ کی تحقیق مطلوب ہو اس کی تمام اسانید کو الگ الگ ٹکڑوں کی صورت میں جمع کر لیا جائے اور ان ٹکڑوں کو قریب ترین راویوں کے ناموں کے اعتبار سے ترتیب دے لیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جائے ۔ پھر ہم اولین مشترک نام سے آغاز کرتے ہوئے دوسرے افراد کو زیر غور لائیں اور مزید مشترک ناموں کا کھوج لگائیں، جو نام آخری ہو سو زیر بحث کتاب میں استعمال کئے جانے والے مآخذ کے مولف کا نام ہوگا ۔ اور اگر پہلے نام کے علاوہ راویوں کے ناموں میں اشتراک ھی نہ ھو اور اس سے آگے نام مختلف ھو جاتے ھوں تو پھر یہ پہلا ھی شخص اس ماخذ کا مولف ہے جسے استعمال کیا گیا اور اسکے مواد کی بنیاد مختلف مآخذ پر ہے ۔ اور اگر، مثال کے طور پر، نام دوسری یا تیسری کڑی تک مشترک ھوں تو اسکا مطلب یہ ھوگا کہ آغاز کے مشترک نام راویوں کے ھیں اور آخری مشترک نام ـــ جس سے آگے مختلف نام آ جاتے ھیں ـ وہ ماخذ کے مؤلف کا نام ھوگا ـ

الغرض جب ہم ابتداءً کسی بھی کتاب کے مآخذ متعین کرنا چاھیں تو ھمارے لئے ان مآخذ کی بنیادیں معلوم کرنا انھی ٹکڑوں سے اور اسی طریقے پر ممکن ھوگا ـ امام بخاری کی کتاب پر تحقیق سے یہ ثابت ھو چکا ہے کہ ان کے نوے فیصد مآخذ ان کے شیوخ کے تھے اور انھوں نے شاذ و نادر ھی ایسے مؤلفوں کی تحریریں استعمال کی ھیں جو ان سے دو یا تین نسل پہلے کے تھے ـ اس کے برعکس طبری کے مآخذ زیادہ قدیم زمانے تک جاتے ھیں ـ

علاوہ ازیں اس طرح کی تحقیق سے ھم مؤلف کے طریق کار کے ایک خاص پہلو کا بھی سراغ مہیا کر سکیں گے کہ مؤلف اپنے مواد کی ترتیب اور تیاری میں سابقہ مواد کا کس حد تک التزام کرتا ہے ـ مثال کے طور پر بخاری کے ھاں محض اختصار ہے کیونکہ فی الواقع انھوں نے اپنا مواد اپنے سے پہلے کی نسل کی تقریباً دو سو کتابوں سے اخذ کیا اور یہ سب ترتیب مواد کے سلسلے میں بہت دور رس پیشرفت کا آئینہ دار ہے ـ جبکہ مسلم کے بارے میں ایسا معلوم ھوتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے که انھوں نے تقسیم مواد تو اپنے سے پہلے کی نسل سے اخذ کی لیکن وہ اپنا مواد جہاں تک ممکن ہوتا، زیادہ قدیم مصادر سے اخذ کرتے تھے ۔

الغرض اسلامی سرمایه کتب کے اولین مصادر کو پایۂ ثبوت تک پہنچانے کے لئے شرط یہ ہے کہ ہم سب سے پہلے تو ان فاسد آراء کے اثر سے آزاد ہوں جن کی رو سے اسناد کا ظہور دوسری اور تیسری صدی ہجری میں ہوا اور راویوں کے نام دل سے گھڑ لئے گئے ۔ علاوہ ازیں لازم ہے کہ قرون اولی کی جو کتابیں ہم تک پہنچی ہیں ہم ان میں ملنے والے راویوں کے ناموں کی نہایت تفصیلی فہرستیں تیار کریں۔ پھر باعتبار اسانید، ان فہرستوں کا وسیع بنیادوں پر موازنہ بھی کیا جا سکتا ہے ۔

حوالہ جات

۱ ۔ مطبوعه خطیب میں ,,علی بن المبارک،، ہے۔ تصحیح کے لئے دیکھئے: صحیح البخاری طبع بولاق مصر ۱۳۱۱ھ ۳:۱۳۰ (کتاب فی المظالم والغصب، باب اثم من ظلم شیئا من الارض)

۲ ۔ یہ وضاحت صحیح بخاری میں شامل ہے۔ دیکھئے حوالہ بالا ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com